رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۶۷۷
رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۶۷۷

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ٹریکٹ سیریز اردو
ماہوار
جلد نمبر ۲ بابت ماہ مارچ ۱۹۳۶ء نمبر ۱

اچھوت اقوام اور پونا مشن

محمد علی

www.aaiil.org

چوہدری عبدالحق بی۔ ایس۔ سی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے شائع کیا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

قائم شدہ سنہ ۱۹۱۴ء ۔ دو لاکھ سالانہ آمد و خرچ

بیس سال کا کام

۱۔ ووکنگ مشن جو یورپ کا سب سے پہلا اسلامی مشن ہے۔ اسی انجمن کے ممبروں کی قربانیوں سے قائم ہوا اور سنہ ۱۹۳۰ء تک اس کے زیرنگرانی کام کرتا رہا اب علیحدہ ٹرسٹ کی زیرنگرانی کام کر رہا ہے۔

۲۔ جرمن مسلم مشن سنہ ۱۹۲۴ء میں برلن دارالخلافہ جرمنی میں قائم کیا گیا۔ اور قریب ایک سو جرمن مسلمان ہو چکے ہیں۔

۳۔ وی آنا مشن ۔ آسٹریا کے دارالخلافہ میں سنہ ۱۹۳۳ء کے شروع میں قائم کیا گیا۔

۴۔ جاوا مشن ۔ جاوا اور سماٹرا کے ۴½ کروڑ مسلمانوں کو عیسائیت کی دستبرد سے بچانے کے لیے سنہ ۱۹۲۴ء میں قائم کیا گیا۔

۵۔ برلن دارالخلافہ جرمنی میں یورپ کے عین وسط میں ۱½ لاکھ روپے کے خرچ سے عظیم الشان مسجد بنوائی گئی۔

۶۔ قرآن شریف کا ترجمہ یورپ کی تین زبانوں میں ہو چکا ہے۔ انگریزی میں تیس ہزار کاپی اب تک چھپ چکی ہے۔ ڈچ ترجمہ جاوا مشن کی زیرنگرانی چھپ کر تقسیم ہو رہا ہے۔ جرمن ترجمہ مکمل ہو۔ طبع باقی ہے۔

۷- سیرتِ نبوی کا ترجمہ ذیل کی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ انگریزی، ترکی، البانوی، پولش، اطالین، جاوی، ملائی، ڈچ، چینی، ہندی، سندھی، بنگالی، گورمکھی، تامل، گجراتی، سیامی، سنگاری

۸- متفرق مذہبی لٹریچر کا تین مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

۹- مذہبی اخبار اور رسالے ذیل کی زبانوں میں جاری ہیں۔ انگریزی، ڈچ، جرمن، جاوی

۱۰- ہندوستان میں شیلا نگ مشن کی بنیاد اسی انجمن نے رکھی اب علیحدہ کام ہو رہا ہے تبلیغ اسلام کا کام مختلف موقعوں پر ہو رہا ہے تین ہزار کے قریب ہندو اور عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں

۱۱- دو ہائی سکول قائم کئے گئے ہیں جن میں دینی و دنیوی تعلیم کا بہترین انتظام ہے۔

۱۲- دیگر مذاہب کے متعلق ریسرچ کا کام جاری ہے وید کا ترجمہ اردو میں ایک حصہ ہو چکا ہے

۱۳- اُردو میں ضرورت زمانہ کے مطابق بہترین لٹریچر تیار ہو رہا ہے۔ قرآن شریف کا ترجمہ و تفسیر صحیح بخاری کا ترجمہ۔ سیرت و تاریخ اسلامی پر کتابیں تعلیمیافتہ طبقہ میں قبولیت حاصل کر چکی ہیں

۱۴- بیرونی ممالک سے طلبا کو بلا کر اسلامی تعلیم دی جاتی ہے۔ ٹرینیڈاڈ اور سیام میں اسی انجمن کے تعلیمیافتہ تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ البانیا کے تین طالبعلم اسوقت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۱۵- مساکین، بیوہ، یتامی کی امداد کے لئے فنڈ قائم ہے۔ کالجوں اور سکولوں کے طلبا کی بھی حسب گنجائش وظائف سے مدد کی جاتی ہے۔

۱۶- قرآن شریف اور سیرت کے انگریزی ترجموں کی دس دس ہزار کاپیاں مفت لائبریریوں میں، جہازوں میں، بڑے بڑے اشخاص میں تقسیم ہو چکی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں۔

۱۷- مسلمانوں کی مذہبی اور قومی ضروریات کے متعلق ستر لاکھ سے زیادہ صفحات ٹریکٹوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔

۱۸- سپین مشن کیلئے تقریباً سات ہزار روپیہ جمع ہو چکا ہے اور ہماری شاخ جاوا ہالینڈ میں مشن قائم کر رہی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اچھوتوں کی مشکلات کا حل

صرف اسلام ہی ہے

پنجاب میں اس وقت بیس لاکھ کے قریب اچھوت اقوام ہیں۔ اور کل ہندستان میں آٹھ کروڑ کے قریب۔ ان قوموں سے بدسلوک ہندو کرتے ہیں دنیا کے اور کسی ملک میں انسانوں نے انسانوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا۔ اور بدترین غلامی اچھوت پن کے مقابلہ میں ایک نعمت معلوم ہوتی ہے۔ یہ سلوک کسی رسم و رواج پر مبنی نہیں جو اس رسم کے چھوڑنے سے دور ہو سکے بلکہ ہندوؤں کی مقدس ترین کتابوں میں صراحت سے اس کا حکم موجود ہے۔ اور اس لئے باوجود اس نئی تحریک کے جو پولٹیکل وجوہات پر ہندوؤں میں شروع ہوئی ہے کہ اپنی طاقت کو بڑھانے کے لئے اچھوتوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جائے۔ خود ہندو مذہب ان کی حالت کی اصلاح میں ایک سدّ آہنی کی طرح حائل ہے۔ اور جب تک ہندوؤں کا ایمان ویدوں اور سمرتیوں پر ہے یہ ناممکن ہے کہ گاندھی جی کی خودکشی کی دھمکیوں سے وہ اپنی سب سے زیادہ عزیز چیز مذہب کو خیرباد کہہ دیں۔

ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے ہم مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ ہم اپنے ان مظلوم اہل وطن کی بہتری کے لئے ہر ایک ممکن کوشش کریں۔ اور اگر غور کیا جائے تو اسلام ہی دنیا کی وہ اکیلی روحانی طاقت ہے جو اچھوت پن کی لعنت کو دور کر سکتی ہے۔ ہندو

اگر اپنی کتب مقدسہ کی خلاف ورزی کریں گے بھی تو اسی حد تک کریں گے کہ ان کو اپنے کنوؤں میں سے پانی بھر لینے دیں لیکن یہ کہ وہ اپنی چار مسلمہ ذاتوں میں سے جن میں کل ہندو تقسیم ہوتے ہیں ایک ذات میں ان کو داخل کر کے ان کے ساتھ مساوات کا سلوک کریں۔ انہیں اپنی برادری میں شامل سمجھیں۔ ان کے ساتھ تعلق رشتہ داری قائم کریں۔ یہ محض ناممکن ہے۔ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہے کہ اس نے حبشی غلاموں اور عرب کے قریش سرداروں میں آناً فاناً نہ صرف مساوات قائم کر دی بلکہ برادری اور رشتہ داری کے تعلقات بھی قائم کر دیئے۔ اور آج بھی اسلام میں یہ طاقت موجود ہے کہ جہاں اس کا قدم جاتا ہے ہر قسم کی تفریق کو دور کر کے سب انسانوں کو انسانیت کے ایک ہی مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ آج دنیا کی تمام قومیں اس بات کا اعتراف کرتی ہیں کہ اسلام میں جو طاقت ذاتوں اور قوموں اور رنگوں کی تفریق کو مٹانے اور سب انسانوں کو یکساں انسانیت کے مرتبہ پر پہنچانے کی ہے وہ کسی قوم یا کسی مذہب میں موجود نہیں۔ اور ان تمام تفریقات کا جو آج روئے زمین پر انسان کو انسان کا دشمن بنا رہی ہیں اسلام علاج واحد ہے۔

چار سال پیشتر علاقہ مدراس کی ایک اچھوت قوم کے فاضل ممبر نے جن خیالات کا اظہار کیا تھا وہ چٹھی لائیٹ ۴۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں چھپی تھی۔ اس چٹھی میں مسٹر سکومارن بی۔اے نے جو اچھوتوں کے لیڈر اور مشہور لکھنے والے ہیں اچھوتوں کو پہلے یہ توجہ دلائی ہے کہ وہ ایک سخت دھوکے میں مبتلا ہیں جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ہندو ہیں۔

اس کے بعد اس نے اچھوتوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ ان کے لئے وقت آگیا ہے کہ وہ ہندوؤں سے بالکل الگ ہو جائیں اور کوئی دوسرا مذہب اختیار کر کے

اپنی انسانیت کو قائم کریں۔

جنوبی ہند کے اچھوت لیڈر کا اعلان

"اچھوتوں کیلئے یہ وقت آگیا ہے کہ وہ اس مذہب کو کلی خیرباد کہیں جبکہ بحیثیت ایک غیور قوم کے ان کی ترقی، ان کی آزادی اور ان کی آسائش حاصل کرنے میں روک ہو رہا ہے اور کسی دوسرے مذہب میں شامل ہوجائیں فی الحقیقت ہم ایک ایسے نازک مرحلہ کی دہلیز پر کھڑے ہیں جہاں ہم کو ہندو مذہب سے اس طرح بچنا ہوگا جیسے ایک ظالم شیطان سے بچنا چاہیئے۔ اور اس سے اس طرح بھاگنا ہوگا جس طرح انسان ایک زہریلے وبائی مقام سے بھاگتا ہے۔ ہاں اس ہندو دھرم سے علیحدہ ہو جانا ہوگا۔ جو ان قابل نفرت رسوم کی وجہ سے جو ایک ہزار ایک جماعتوں اور ذاتوں کی تفریق سے پیدا ہوگئی ہیں۔ ہر اس چیز کا مزرع ہوگیا ہے جو بیہودہ کمینہ قابل نفرت قابل حقارت اور نکمی ہے۔ ایک بنچم جو اپنے اندر ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی خودداری رکھتا ہے اسے اب ہندو مذہب کے اندر نہ رہنا چاہیئے۔"

اس کے بعد نویسندہ مضمون نے مختلف مذاہب کو لیا ہے کہ ہم کس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ سب سے پہلے بدھ مذہب کو لیکر بتایا ہے کہ اس میں اب بدھ کے بتوں کی پرستش ہوتی ہے اور یوں یہ بھی ایک بت پرستی کا مذہب ہوگیا ہے پھر بتایا ہے کہ بدھ مذہب کے پیرو ہندوستان میں ہیں بھی بہت تھوڑے۔ اور پھر

اس مذہب میں اور ہندو مذہب میں بہت سی باتیں بھی ملتی جلتی ہیں۔ اس پانی کو بھی چھوڑ دینا چاہیئے جو کیچڑ کی طرف بہا چلا جا رہا ہے۔" اس کے بعد عیسائی مذہب کو لیا ہے اور بتایا ہے کہ عیسائیت میں جا کر ذاتوں کی تفریق اسی طرح باقی رہ جاتی ہے جیسے ہندو مذہب میں اور وہاں بھی ذاتوں میں بڑے چھوٹے میں کالے گورے میں فرق کیا جاتا ہے اس لئے تھیا لوگ عیسائی مذہب کو اختیار کر کے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور نہ ان کی مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔ اس کے بعد اسلام کو لیا ہے :-

"میری رائے میں تھیم لوگوں کے لئے اسلام ہی تمام امیدوں کا مرکز ہے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ تمام مذاہب میں سے اسلام ہی ایک مذہب ہے جس کے پیروؤں میں اتحاد اور اخوت کا خیال بلند ترین مقام پر پہنچا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہم لوگوں میں اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں ہیں لیکن یہ خیال کرنا محض حماقت ہے کہ چونکہ ملابار کے مسلمان ناصاف رہتے ہیں اور ظالم اور بیوقوف ہیں اس لئے ہندوستان کے سب مسلمان ایسے ہی ہیں...... سوائے مسلمانوں کے کوئی قوم ایسی نہیں جس میں اخوت کا احساس اس قدر مضبوط ہو گیا ہو۔ اور اس لئے اگر تھیم لوگ چاہتے ہیں کہ اُن کے نام پر جو داغ ہے وہ دور ہو جائے اور اُن کی جو درگت بنتی ہے اور ان کی جو تحقیر ہوتی ہے اُس کا خاتمہ ہو۔ اگر وہ بازاروں میں معزز آدمیوں کی طرح اپنا سر اونچا رکھ کر چلنے کے آرزومند

ہیں تو میں لاکھ مرتبہ، لاکھ سے بھی زیادہ مرتبہ کہوں گا کہ انہیں چاہیئے کہ مناسب احترام کے ساتھ اسلام اور صرف اسلام کو قبول کر لیں اس وقت بھی مسلمان ہندوؤں کی ایک تہائی ہیں۔ مگر جنہیں ہندو کہا جاتا ہے ان کی تین چوتھائی پنچم ہیں۔ جب یہ پنچم اسلام کو قبول کر لیں گے تو ہندوستان کی ۳/۵ آبادی مسلمان ہو جائے گی۔ میرا مضبوط ایمان ہے کہ اگر ہندوستان سوراج یا اپنی حکومت چاہتا ہے تو ہندو آبادی جو ہر ایک خساست اور بیہودگی کا منبع ہے کم ہونی چاہیئے اور مسلمانوں کی تعداد بڑھنی چاہیئے۔

اس سے اس بات کا امکان نظر آتا ہے کہ ہندوستان عنقریب ایک اسلامی سلطنت بن جائے اور یہی وہ چیز ہے جس کی ہندوستان کو اپنی حفاظت اور ترقی کے لئے ضرورت ہے۔ نقشہ پر ایک نظر اس کی صداقت کو واضح کر دیگی۔ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک نہایت موزوں مقام پر افغانستان، بلوچستان اور ترکستان کے ممالک ہیں اور اس سے اوپر چلے جائیں تو ایران ایشیائے کوچک عرب اور ٹرکی کے ممالک ہیں۔ اس سے بھی آگے افریقہ کا عظیم الشان بر اعظم ہے جس میں یا مسلمان ممالک ہیں یا ایسے ممالک جن میں مسلمانوں کی آبادی کی بڑی بھاری اکثریت ہے پس سوائے پیغمبر عرب کے اور کس کا مذہب پنچم قبول کر سکتے ہیں؟ یہ وقت موزوں ہے کہ مسلمان اچھوتوں کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھائیں۔"

ڈاکٹر امبیدکار کا اعلان

مدراس کے اس اچھوت لیڈر کی رائے کس قدر صحیح تھی۔ ڈاکٹر امبیدکار جو سارے ہندوستان کے اچھوتوں کے واحد لیڈر ہیں۔ وہ اس کے بعد تین چار سال تک گاندھی جی اور دوسرے کانگرسی لیڈروں کی طرف دیکھتے رہے۔ لیکن بالآخر اکتوبر ۱۹۳۵ء میں وہ بھی اسی قطعی نتیجہ پر پہنچے کہ جب تک ہندو مذہب کو ترک نہ کیا جائے گا اچھوت اس ذلت کی حالت سے جس میں وہ ہزارہا سال سے چلے آتے ہیں باہر نہیں نکل سکتے۔ چنانچہ یولا کانفرنس میں جس کی رپورٹ سب اخبارات میں چھپ چکی ہے۔ انھوں نے اس امر کا اچھوتوں کے ہزارہا کے مجمع میں اعلان کر دیا۔

"یولا ضلع ناسک میں اچھوت کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے ڈاکٹر امبیدکر نے فرمایا کہ آج تک ہم نے ہندوؤں کی ذہنیت بدلنے میں جس قدر کوششیں کی ہیں وہ رائیگاں گئیں۔ اور اب اس بات کی کوشش کہ اُن سے تلافی مافات چاہیں اور مل کر کام کریں۔ قوت اور روپیہ کا ضائع کرنا ہے۔ اب ہمارے لئے ایک ہی اعلیٰ طریق ہے اور وہ ہے ہندو دھرم سے مکمل قطع تعلق۔ ہم وہاں ہرگز مساوات کے لئے جدوجہد نہیں کریں گے جہاں کہ اس کے دینے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ ہم پر موجودہ جور و ستم کے پہاڑ اس لئے گرائے جاتے ہیں کہ ہم بدقسمتی سے ہندو کہلاتے ہیں۔ اگر ہم کسی اور مذہب کے

پیرو ہوتے تو ہمارے ساتھ یہ انسانیت سوز سلوک روا نہ رکھا جاتا پس میں سب کو کہتا ہوں کہ وہ مذہب اختیار کر لو جو تمہیں مساوات اور اعلیٰ سلوک پیش کرتا ہو۔ اب ہم اپنی غلطی کی اصلاح کر لیں گے بدقسمتی سے میں "اچھوت" کی لعنت کا ٹیکا پیشانی پہ لے کر پیدا ہوا تھا۔ مگر یہ میرا قصور نہ تھا۔ لیکن میں ہندو رہ کر نہیں مروں گا۔ کیونکہ یہ میرے بس میں ہے۔" رسول ملٹری گزٹ ۱۵- اکتوبر ۱۹۳۵ء

ڈاکٹر امبیدکار کے اس اعلان پر ہندو لیڈروں نے اور بالخصوص گاندھی جی نے انہیں بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ کسی طرح ہندو مذہب کو نہ چھوڑیں مگر ڈاکٹر امبیدکار نے صفائی سے یہ اعلان کر دیا کہ اب وہ کسی صورت میں ہندو مذہب میں نہیں رہ سکتے اور گاندھی جی کو انہوں نے حسب ذیل جواب دیا:-

"کسی کے دل میں یہ خیال خام نہ گذرے کہ میں نے یہ اقدام کوتہ اندیشی اور بن سوچے کیا ہے۔ یا یہ کہ یہ فیصلہ اس غصہ کے جوش میں کیا گیا ہے جس کے محرک مختلف مقامات کے اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم ہوئے ہیں۔ یہ فیصلہ ان ہر دو امور سے آزادانہ اور بالاتر ہے۔

میں مسٹر گاندھی سے اس بات پر متفق الرائے ہوں کہ مذہب اشد ضروری ہے۔ مگر اس بات سے اختلاف رکھتا ہوں کہ انسان ایسے آبائی مذہب کو اختیار کئے رکھے جو اس کے جذبات اور احساسات کو کچل ڈالے کیونکہ انسان کو ایسے مذہب کی ضرورت ہے جو اس کے دل میں ترقی اور بہتری کی تڑپ پیدا کرے اور اخلاق عالیہ

کے حصول میں اس کا رہنما اور مؤید ثابت ہو۔ میں نے ذاتی طور پر تبدیلیٔ مذہب کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں اس بات سے مطلق بے نیاز ہوں کہ جماعت میرا ساتھ دیتی ہے یا نہیں۔ اس کا فیصلہ کرنا ان کا ذاتی کام ہے۔ اگر انہوں نے اس امر کو مفید خیال کیا تو میری پیروی کریں گے۔" (سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

شری شنکراچاریہ (ڈاکٹر کرتکوٹی) نے ٹائمز آف انڈیا کے نمائندہ کو بتایا کہ ڈاکٹر امبیدکار نے ہندو مذہب کو چھوڑنے کے خیال سے رجوع فرما لیا ہے۔ جس کا جواب ڈاکٹر صاحب نے ذیل کے الفاظ میں دیا:-

"یولا کانفرنس کے بعد ڈاکٹر کرتکوٹی کے ساتھ میری کوئی ملاقات نہیں اور نہ ہی تبادلہ خیالات کا موقع میسر ہوا ہے۔ ہاں اچھوت اقوام کی تبدیلیٔ مذہب کے متعلق خط و کتابت ہوتی رہی ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ اس نتیجہ پر کیسے پہنچے کہ میں حال ہی میں تبدیلیٔ عقیدہ کے خیال سے باز آگیا ہوں۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس اعلان کی صاف الفاظ میں پرزور تردید کر دوں۔ نہ تو کوئی مجھے اس خیال سے روکنے کے لئے آیا اور میں نے یقیناً اپنے خیالات کو بھی نہیں بدلا۔ اور میں کہتا ہوں کہ نہ تو میں نے اپنی تجاویز کو ترک کیا ہے اور نہ ہی کرونگا۔ میں بصمیم قلب اچھوتوں کے درمیان سے ذات پات کی بندشوں کو توڑنے کا متمنی ہوں مگر میں اس کی تکمیل اور بارآور ہونے کا منتظر نہیں ہوں۔ اگرچہ میری مخلصانہ اور حقیقی

خواہش ہے۔ میں اس امر کا پختہ یقین رکھتا ہوں کہ اچھوتوں سے ذات پات کی تمیز تبھی دور ہوگی جبکہ وہ موجودہ دھرم کو چھوڑ کر کسی ایسے مذہب کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے جو کہ ان امتیازات سے بلند تر ہو۔"

(ٹائمز آف انڈیا ۲۶۔ دسمبر ۱۹۳۴ء)

اچھوتوں کے جلسوں میں ہندو مذہب سے بیزاری کا اعلان

ڈاکٹر امبیدکار کے اعلانات کے علاوہ ہندوستان کے متفرق مقامات پر اچھوتوں نے جلسے کر کے ڈاکٹر امبیدکار کی تائید کی ہے۔ اور یہ اعلان کیا ہے کہ وہ ہندو مذہب کے پیرو آئندہ نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ پی ایڈیٹر لکھتے ہیں:۔

"میں مسٹر سی کرشنن ایم۔ ایل۔ سی کالیکٹ سے حرف بحرف متفق ہوں کہ مسٹر گاندھی اور ان کے حواری اچھوتوں کو اس لئے ہندو دھرم میں رکھنے کے لئے مضطرب ہیں کہ ان کو سیاسی مقاصد کیلئے آلہ کار بنایا جائے اور اکثریت کو برقرار رکھا جائے۔ ڈاکٹر امبیدکر اس دلیرانہ اعلان کے متعلق بہت تعریف کے مستحق ہیں۔ اور یہ اعلان بہت پہلے آنا چاہئے تھا۔ اور آج تمام فہمیدہ اور ہوشمند ہمدردانِ بنی نوع انسان اس پر مسرت و شادمانی کا اظہار کر رہے ہیں کیونکہ ہمارے سامنے یہ بین حقیقت ہے کہ ہمارا اور اچھوتوں سے کتوں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا جاتا ہے۔" (ٹائمز آف انڈیا ۲۔ نومبر ۱۹۳۵ء)

"پونا اور گردونواح کے اچھوتوں کی ایک زبردست میٹنگ کی صدارت

کرتے ہوئے مسٹر شورام جمبا کیمبل نے کہا کہ صدیوں تک اچھوت اقوام انتہائی ذلت وگراوٹ کی چکی میں پستی رہیں اور انگریزی حکومت سے پہلے وہ اپنی افسوسناک حالت کی اصلاح نہ کر سکیں۔ موجودہ حکومت کی ابتدا سے اچھوت تعلیم حاصل کرنے لگے ہیں اور تعلیم نے اُن کی آنکھیں کھول دی ہیں اور اب وہ ہندو دھرم کے متشدد رسوم سے جو کہ ان کے گلے میں ٹھونسے گئے تھے چھٹکارا حاصل کرنے میں ساعی ہیں۔ آپ نے ڈاکٹر امبیدکر کی تائید کی۔"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ ۳۔ دسمبر ۱۹۳۵ء)

کراچی کے چار ہزار مہاروں کا متفقہ ریزولیوشن:۔

"ہم اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہندو دھرم میں اچھوتوں کی بہتری کا کوئی امکان نہیں رہا۔ ناسک کی مہا سبھا کی لفظی ہمدردی ہماری نجات کا سامان بہم نہیں پہنچا سکتی۔ ہم ڈاکٹر امبیدکر کے فیصلے کی تائید کرتے ہیں۔"

"آل کرالا تھیا یوتھ لیگ کے اس ارادہ پر کہ ہندو دھرم کو چھوڑ دیا جائے ڈاکٹر امبیدکر نے ایک پیغام میں تحریر فرمایا کہ تبدیلیٔ مذہب پر بحث کا وقت گذر چکا اب وقت فیصلہ کن عمل کا ہے۔ میں تھیا قوم پر دو امور واضح کرنا چاہتا ہوں۔ پہلا یہ کہ ہندومت سرے سے کوئی مذہب ہی نہیں۔ یہ ایک وبائی بیماری ہے۔ اس لئے اچھوتوں کی نجات اور حفاظت کے لئے لابد ہے کہ وہ "اعلیٰ جاتیوں" سے اپنے

تعلقات منقطع کرلیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اچھوت اقوام تبدیل مذہب میں متحدہ اقدام کریں۔ یہ تبدیلی جماعتی رنگ میں ہونی چاہئے اور جس مذہب میں بھی جائیں متفق اور اکٹھے جائیں؟

(سول اینڈ ملٹری گزٹ ۸ جنوری ۱۹۳۶ء)

"مسٹر بی۔ سی وینکٹر و لیڈر اچھوت۔ اریگا راما سوامی ہریجن ممبر حیدرآباد (دکن) کارپوریشن اور دیگر ہریجن لیڈر مہاراشٹر ہریجن یوتھ کانفرنس سے آج واپس آئے۔

"انٹرویو کے دوران میں مسٹر وینکٹر و نے فرمایا کہ ہندوستان میں ہریجنوں کی موجودہ روش انہیں ایک اعلیٰ اور باعزت مقام بہم پہنچائے گی۔ میرا ارادہ حیدرآباد (دکن) میں اچھوت اقوام کا اجلاس منعقد کرنے کا ہے جس کے فرائض صدارت سرانجام دینے کے لئے ڈاکٹر امبیدکر کو مدعو کیا جائے گا۔ کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ ریاستی اچھوتوں کو ہندو دھرم تیاگ دینے کے لئے تیار کیا جائے۔ جب تبدیلئے مذہب کے متعلق نواب آف ڈھاکہ کا پروگرام بتایا گیا تو آپ نے کہا کہ میں انفرادی تبدیلی کے خلاف اور جماعتی تبدیلی کے حق میں ہوں۔ اور بہتر تو یہ ہے کہ ایک نیا ہی مذہب بنایا جائے اور ریاستی ہریجنوں کو پیغام دیا کہ وہ ہندو دھرم سے منقطع ہونے کے مسئلہ کو پوری توجہ سے سوچیں" (ٹائمز آف انڈیا ۲۳ - جنوری ۱۹۳۶ء)

ایک پبلک اجلاس منعقدہ لاجپت رائے ہال میں مسٹر ہنسراج کی صدارت میں

تقریر کرتے ہوئے مسٹر اے۔ وی ٹھاکر جنرل سکرٹری آل انڈیا ہریجن سیوک سنگھ نے کہا:
"ڈاکٹر امبیدکر کا ہندو قوم کے خلاف واویلا کرنا بالکل حق بجانب ہے کیونکہ یہ قوم اسے مساوات کی نعمت دینے کو تیار نہیں۔ آپ نے بتایا کہ ناسک میونسپلٹی نے صرف اس بنا پر ڈاکٹر موصوف کو ایڈریس پیش کرنے سے انکار کر دیا کہ آپ ہریجن ہیں۔ بڑودہ میں وکالت کے سلسلہ میں آپ کو رہائش کے لئے مکان نہ دیا گیا کہ آپ ہریجن ہونے کے مجرم تھے۔ کیا ان شہادات کی موجودگی میں ڈاکٹر امبیدکر ہندوؤں کے خلاف احتجاج کرنے میں حق بجانب نہیں؟ بعض ہندوؤں کی یہ دلیل کہ ہریجن بچوّں کو تعلیم دلانے میں ڈاکٹر جیسے "باغی" ہی پیدا ہوں گے بالکل لچر اور بودی ہے۔" (ٹائمز آف انڈیا۔ ۲۳۔ جنوری ۱۹۳۶ء)

مورتی کھنڈن اور کتب مقدسہ ہنود کا جلانا

ہریجن اپنی آواز صرف تجاویز کے ذریعہ ہی دنیا میں بلند نہیں کر رہے بلکہ انہوں نے ان مورتیوں کو توڑ ڈالا ہے جن کی وہ چند ماہ قبل پوجا کرتے تھے۔ اور اُن کتب کو نذرِ آتش کیا ہے جو کہ ان کے نزدیک نہایت مقدس تھیں۔ ذیل میں اخبارات سے چند ایک اقتباسات اسی ضمن میں درج کئے جاتے ہیں:-

"ہندو دھرم کے ترک کر دینے کے متعلق تجویز کا عملی اظہار کرنے کیلئے ناسک کے گرد و نواح سے ۸۰۰ ہریجن نوجوان ناسک میں اکٹھے ہوئے اور منوسمرتی اور دیگر ذات پات کی تعلیم دینے والی مذہبی کتب کو ہندو دھرم

کی رسوم کے مطابق چتا پر رکھکر وقف آتش کیا اس کانفرنس کا انعقاد ناسک ڈسٹرکٹ ہریجن یوتھ لیگ کی محنتوں کا ثمر تھا۔ بہت سے اشخاص نے تقاریر کیں اور بہت سے مسلمانوں نے بھی شرکت کی۔

جب باری باری مقررین نے آکر شاستروں کی پرزور مذمت کی اور ہندوؤں کے جگر سوز مظالم کا ذکر کیا تو تمام مجلس میں غصہ کے جذبات پوری طرح مشتعل ہو چکے تھے۔

جب ایک نوجوان نے کہا کہ چونکہ ابھی تک نئے مذہب کے متعلق فیصلہ نہیں ہؤا اس لئے ہندو دھرم کی آخری رسوم ابھی ادا نہیں ہونی چاہئیں تو تمام طرف سے جوش اور غصہ کی صداؤں نے اسے خاموش کر دیا۔

اسے بتایا گیا کہ یہ حتمی فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ ہم ہندو دھرم چھوڑ دیں گے اور یہی ہندو دھرم کی آخری رسوم ادا کرنے کیلئے کافی وجہ جواز ہے اور نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ جوانمردی سے اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنائیں بعد ازاں ایک چتا تیار کی گئی جس میں تمام مذہبی کتابیں پھینکی گئیں اور ہر کتاب پھینکنے سے قبل اس میں سے اچھوتوں کے خلاف فقرات حاضرین کو سنائے جاتے تھے۔ ایک ریزولیوشن بھی پاس کیا گیا کہ آئندہ کوئی ہریجن ہندو یاترہ اور مقدس مقامات میں شرکت اختیار نہ کرے برہمنوں کو خیرات وغیرہ نہ دے۔ اور ہندو تیوہاروں کو نہ منائے اور اعلان کیا گیا کہ اب سے داخلہ مندر کے متعلق احتجاجی کمیٹی کو توڑ دیا جاتا ہے"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۰۔ نومبر ۱۹۳۵ء)

"ہندو دھرم چھوڑنے کے متعلق فیصلہ کو عملی شکل میں ظاہر کرنے کیلئے (۱۳۰۰۰) اچھوتوں کا قصبہ سکھین واقعہ تعلقہ نپھاؤیں اجتماع ہوا دوران جلسہ میں انہوں نے بہت سے ہندو دیوتاؤں مثلاً گھنڈیرہ مہاسویا اور پنڈھر یائی کی مورتیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ مذہبی کتب کو جلا دیا۔ اور متبرک جنیوا ور مالاؤں کو توڑ کر آگ میں پھینک دیا۔

(ٹائمز آف انڈیا۔ ۲۰۔ نومبر ۱۹۳۵ء)

"احمد نگر میں تمام ذاتوں کے ہریجن ایک جلسہ کی شکل میں اکٹھے ہوئے اور صاف الفاظ میں ہندو مذہب کے چھوڑنے اور ڈاکٹر امبیدکر کے اختیار کردہ مذہب پر چلنے کا پرزور الفاظ میں اظہار کیا۔ علاوہ ازیں ہندو مذہبی کتب کو جلایا اور ایک دیوی کی مورتی کو پاش پاش کر ڈالا" (ٹائمز آف انڈیا ۱۵۔ دسمبر ۱۹۳۵ء)

"ستارہ نواسیوں نے پونا میں ڈاکٹر امبیدکر اور یولا کانفرنس کی تجاویز کی تائید میں ایک جلسہ کر کے ہندو مذہبی کتب کو جلا ڈالا۔ اس اجلاس کے ذریعہ حکومت سے درخواست کی گئی کہ وہ ایسی کتب کی ضبطی کے احکام صادر فرمائے جو ذات پات کے سسٹم کی موید ہیں۔ اس میٹنگ میں مسٹر ایل۔ بی پاور کی صدارت میں قریباً ۱۲۰۰ ہریجن حاضر تھے" (ٹائمز آف انڈیا۔ ۱۸۔ دسمبر ۱۹۳۵ء)

"بمبئی ۹۔ مارچ۔ اطلاع مظہر ہے کہ کل ہندوؤں نے ہولی کا تہوار بڑے شاندار طریق سے منایا۔ اچھوتوں نے بھی تہوار کی شان و شوکت

بڑھانے میں ہندوؤں کی مدد کی۔ اچھوتوں نے ایک عظیم الشان جلوس نکالا۔ جس نے شہر کے تمام بڑے بڑے بازاروں اور گلی کوچوں کا چکر لگایا جلوس کے خاتمے پر اچھوتوں نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں متعدد مقررین نے تقریریں کیں اور کہا کہ اچھوت ہندو مذہب میں رہ کر انسان نہیں بن سکتے۔ اور اگر وہ صدہا سال تک بھی ہندو رہیں تو اُن کو مساوات نہیں مل سکتی۔ جلسہ میں ہندوؤں کا ایک بت توڑ دیا گیا اور دو شاستروں کو نذرِ آتش کر دیا گیا "ہندو مذہب مردہ باد" کے فلک شگاف نعروں کے درمیان جلسہ بخیر خوبی اختتام پذیر ہوا۔" (حریت ۱۲-مارچ ۱۹۳۶ء)

کیا اچھوت اسلام قبول کریں گے؟

اس بات کا اندازہ قبل از وقت ہے کہ ہندو دھرم چھوڑنے کے بعد ڈاکٹر امبیدکر اور ان کے پیرو کونسا مذہب اختیار کریں گے۔ ڈاکٹر صاحب کا پہلا منشا یہ ہے کہ وہ اچھوتوں کو اس بات کا احساس اور یقین دلائیں کہ اُن کی نجات ہندو دھرم میں ناممکن ہے۔ یہ کوئی چند دنوں کا کام نہیں بلکہ اس کے لئے کئی سال کی مدت درکار ہے۔ ہندوستان ایک وسیع براعظم ہے۔ اس کے کونہ کونہ میں پھیلے ہوئے اچھوتوں تک پہنچ کر گوش گذار کرنا ہے کہ آج تک جس دھرم کو وہ راحت و آزادی۔ ترقی و نجات کا ذریعہ سمجھے بیٹھے تھے درحقیقت وہی اُن کی روحانی، اخلاقی اور سیاسی موت کا واحد سبب ہے۔ ڈاکٹر امبیدکر نے تاحال

مستقبل کے مذہب کے متعلق بحث کی ممانعت کردی ہے۔ اور یہ بات ہے بھی درست کیونکہ ایسے مباحث سے اندرونی تفرقات اور مناقشات کے پیدا ہو جانے کا گمان اغلب ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے اس امر کا مکمل اور متحدہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ ہندو نہیں رہیں گے۔

بہرحال چند ایک قرائن سے پایا جاتا ہے کہ ان کا رجحان زیادہ تر اسلام کی طرف ہے۔ دراصل دو ہی مذہب ہیں جن میں ایک کو انتخاب کرنا ضروری ہے یعنی اسلام اور عیسائیت۔ عیسائیت کی قبولیت شائد دنیوی طور پر ان کے لئے منفعت بخش ہو مگر ان لوگوں کے تجربات جو عیسائیت کے دامن میں آچکے ہیں بتاتے ہیں کہ عیسائیت بھی وہ مساوات اور اخوت پیش نہیں کرتی جو اسلام کے دائرہ میں قدم رکھتے ہی نصیب ہو جاتی ہے۔ اور بعض مواقع پر اچھوت رہنماؤں نے صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ صرف اسلام ہی ان کے لئے موزوں مذہب ہے۔ اس موضوع پر ایک مدراسی اچھوت لیڈر کے خیالات پہلے بیان کر چکا ہوں یہاں دو اور مثالیں اس کی تائید میں نقل کی جاتی ہیں۔

"بابا پیتت پون داس کی صدارت میں اچھوتوں کی ایک زبردست میٹنگ ہوئی جس میں ہندو دھرم اور ذات پات کی مذمت پُرزور الفاظ میں کی گئی۔ اور رہبر یجنوں پر ہندوؤں کے مظالم پر غیظ و غضب کا اظہار کیا گیا۔

"مقررین نے ڈاکٹر امبیدکر کی رہنمائی پر مکمل اعتماد ظاہر کیا۔ اور ہندو دھرم کے چھوڑنے پر اس کی تائید کی۔ نیز کہا کہ ہندو مذہب

کمزوروں اور بزدلوں کے لئے ہے اور اچھوتوں کو اسلام قبول کرلینا چاہیئے تاکہ دنیا میں عزت اور خودداری سے زندگی بسر کریں۔ ہندوؤں کے مظالم کی مثالیں پیش کی گئیں۔ اور مذہبی کتابوں سے خلاف اچھوت سطور پڑھ کر ان کے پول کھولے۔

جب جلسہ کے اختتام پر صاحب صدر نے اسلام قبول کرنے کی طرف حاضرین کو توجہ دلائی تو انہوں نے پُرزور نعرہ ہائے اللہ اکبر بلند کئے" (ٹائمز آف انڈیا۔ ۱۰۔ دسمبر ۱۹۳۵ء)

"مسٹر راج بھوج سکرٹری آل انڈیا اچھوت لیگ نے ایک انٹرویو میں فرمایا کہ میں ڈاکٹر امبیدکر کے خیالات سے متعجب نہیں ہوا کیونکہ اس سے قبل بھی آپ ایسے ہی خیالات کا کئی مقامات پر اظہار کرچکے ہیں مگر حیران کن بات یہ ہے کہ ڈاکٹر امبیدکر نے اس بات کے اعلان کو مصلحتًا مخفی رکھا ہے کہ وہ کون مذہب اختیار کریں گے بہرحال ڈاکٹر امبیدکر متعدد سٹیجوں پر اسلام کی تائید اور تعریف میں تقاریر کرچکے ہیں" (سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

"مدراس ۶۔ مارچ۔ مسٹر دانیال ٹامس ایم۔ ایل۔ سی کے زیر صدارت بمقام ولڈ تھیکولم ضلع مٹنے ولی۔ ہریجنوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ مسٹر ٹامس اور دیگر مقررین نے ہریجنوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے آپ کو منظم کریں اور اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کریں۔ مسٹر مادھو ودیارتے اپنی تقریر کے دوران میں ڈاکٹر امبیدکر کی

تائید کی۔ آپ نے کہا کہ پسماندہ اقوام صدیوں سے ہندو دھرم کی بدولت اقتصادی اور مجلسی مصائب کو برداشت کر رہی ہیں۔ لہذا ان کے لئے یہ بات ناممکن ہے کہ ہندو مذہب میں رہتے ہوئے مذہبی اور مجلسی مساوات حاصل کر سکیں۔ جب تک جاتی ہندو ان کے ساتھ مساوات کے اصول پر سلوک کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے کوئی خوددار ہریجن ہندو نہیں رہ سکتا۔ اس امر پر بحث کرتے ہوئے کہ انہیں کونسا مذہب قبول کرنا چاہیئے۔ آپ نے کہا ان کے لئے مذہب اسلام ہی بہترین مذہب ہے۔ دیگر مذاہب میں ذات پات اور فرقہ داری کے جھگڑے موجود ہیں۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی آغوش میں انہیں کامل مساوات حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ نے ہریجنوں کو مشورہ دیا کہ اگر وہ ترقی کرنا چاہتے ہیں تو اسلام کو اختیار کریں۔ آپ نے ہریجنوں کیلئے قبول اسلام پر بہت زور دیا۔"

(انقلاب ۸۔ مارچ ۱۹۳۶ء)

مدراس اور یو۔پی کے لیڈروں کی طرف سے اسلامی لٹریچر کا مطالبہ

میں یہاں ضروری سمجھتا ہوں کہ دو اچھوت لیڈروں کے خطوط کا ذکر کروں جن میں سے ایک جنوبی ہند اور دوسرے یو پی کے ہیں۔ اوّل الذکر لکھتے ہیں:۔

"میں تھیا قوم کا فرد ہوں۔ مالا بار کے علاقہ میں ہماری تمام جماعتوں نے تجاویز پہلے ہی پاس کر دی ہوئی ہیں کہ تھیا قوم فوراً ہندو دھرم

کو چھوڑ دے۔ اب معاملہ زیر بحث یہ ہے کہ کونسا مذہب اختیار کیا جائے۔ اس مسئلہ پر ہمارے رہنماؤں کے خیالات میں اختلاف کی خلیج وسیع تر ہوتی گئی ہے۔ ان میں سے اکثر کا خیال ہے کہ تھیا قوم کی صدیوں کی ذلت اور پستی کا علاج صرف اسلام کے زندگی بخش پیغام میں ہے۔ مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم اسلام کے موٹے موٹے اصول سے بھی نابلد محض ہیں۔"

اس کے علاوہ مدراس سے ابھی ایک اور خط آیا ہے جس سے معلوم ہوا ہے کہ ٹراونکور میں جہاں کے اچھوت تعلیم یافتہ لوگ ہیں عیسائیت اور اسلام کو اختیار کرنے میں پرانے لوگوں اور نوجوان طبقہ میں اختلاف رائے ہے۔ پرانے لوگ عیسائیت کی طرف مائل ہیں مگر نوجوان اسلام کے حامی ہیں۔ یہاں پر سولہ لاکھ عیسائی پہلے موجود ہیں جن میں پرانے عیسائی بھی شامل ہیں مگر مسلمان صرف تین لاکھ ہیں اور وہ بھی حسب معمول بے حس ہیں۔ نو لاکھ کی اچھوت قوم اس وقت یہ فیصلہ کرنا چاہتی ہے کہ وہ کس مذہب کو قبول کرے۔ عیسائی لوگ ان لوگوں کی امداد کر رہے ہیں جو عیسائیت کی طرف مائل ہیں۔ مگر نوجوان طبقہ جو اسلام کی طرف مائل ہے اس کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں۔ یہ افسوسناک حالات ہیں کاش آج مسلمانوں میں کچھ بھی احساس اپنے فرض کا ہوتا تو لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں یہ لوگ ان کے ساتھ آملنے کو تیار ہیں۔

یو۔پی کے ایک مشہور اچھوت لیڈر بھی اسی درد سے رقم پذیر ہیں۔ کہ اسلام کی تعلیم لوگوں تک نہیں پہنچی اس لئے جلد تر ہندی زبان میں اسلام پر ٹریکٹ شائع کر کے اچھوتوں پر واضح کر دیا جائے کہ اسلام اپنے تمام پیرووں کو اخوت و مساوات برادری اور برابری کی لڑی میں پرو دیتا ہے۔

پونا میں اسلامی مشن

اگر اسلامی لٹریچر کا مطالبہ اچھوت لیڈروں کی طرف سے نہ بھی ہوتا تو بھی ہمارا فرض تھا (وہ فرض جو اسلام اور ملک کی مظلوم آبادی کی طرف سے ہم پر عائد ہوتا ہے) کہ ہم اسلام کا رُشد پرور پیغام ان کے دروازوں تک لے جاتے اور انہیں بتاتے کہ اسلام کے دامن میں تمہارے لئے حقیقی مساوات اور اخوت موجود ہے۔ اس فرض کے احساس سے متاثر ہو کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے پونا میں اسلامی مشن قائم کر دیا ہے مشن چلانے کا کام مولانا عبدالحق ودیارتھی فاضل سنسکرت اور میاں بشیر احمد ایم اے کے سپرد کیا گیا ہے۔ جو وہاں ماہ جنوری کے اختتام سے نہایت سرگرمی سے اشاعت اسلام میں مشغول ہیں۔

مشن کے قائم کرنیکا مقصد دوگونہ ہے

۱۔ مرہٹی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کر کے مرہٹی بولنے والوں کو اسلام کی اخلاقی اور معاشرتی تعلیم اور بڑے بڑے اصول سے آشنا کرنا۔

۲۔ اچھوت رہنماؤں سے ذاتی میل ملاپ کا واسطہ پیدا کرنا تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ اسلام کس حد تک اپنی تعلیم کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ مؤخر الذکر بھی اول الذکر کی طرح ضروری بلکہ زیادہ ضروری ہے کیونکہ عملی سلوک اور برادرانہ برتاؤ ہی اچھوتوں کی ہمدردی اور توجہ کو کھینچ سکتا ہے۔ درحقیقت اسی لحاظ سے ملک کے بعض حصص کے اور بالخصوص احاطہ بمبئی کے مسلمان اسلام کی بجائے ہندو اثر کے ماتحت ہیں کیونکہ وہ بھی اچھوتوں کو ناپاک خیال کرتے ہیں۔ اور جب وہ اسلام قبول کرتے ہیں تو ان سے برادرانہ سلوک کرنے سے گریز کرتے ہیں پس مشن کا قیام نہ صرف اچھوتوں کے دل میں اس بات کا احساس پیدا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اسلام انہیں ایسی مکمل برادری عطا کرتا ہے جس کا وہم بھی ہندو دھرم میں ناممکن تھا۔ بلکہ اس لئے بھی کہ مسلمانوں کی موجودہ ذہنیت میں ایک انقلاب پیدا کیا جائے۔

پونا مشن کے علاوہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے پنجاب میں بھی بعض اچھوت اقوام میں تبلیغ کا کام شروع کر دیا ہے۔ اگرچہ فی الحال یہ کام مختصر پیمانے پر جاری کیا گیا ہے۔ مگر حالات کے پیش نظر امید واثق ہے کہ عنقریب ہی اس کا دائرہ عمل بہت وسیع ہو جائے گا۔ یو۔ پی اور مدراس کے اچھوتوں کی ضروریات بھی زیر غور ہیں اور اگر سرمایہ کا خاطر خواہ بندوبست ہو گیا تو انشاء اللہ العزیز وہاں بھی تبلیغ کا کام شروع کر دیا جائیگا معمولی پیمانے پر پونا مشن اور پنجاب میں کام چلانے کے لئے ایک ہزار

روپیہ ماہوار خرچ ہوگا۔ مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کب حالات بہتر پلٹا کھائیں۔ اور کام وسیع تر پیمانے پر چلانے کی فوری ضرورت آپڑے۔ اس لئے دوربینی کا تقاضا ہے ہم فوری ضرورت کے لئے مکمل طور پر تیار رہیں۔

ہمیں اس بات کا پوری طرح احساس ہے کہ یہ کام ہم نے اپنی طاقت سے بڑھ کر اپنے ذمہ لیا ہے۔ مگر یہ دیکھ کر کہ مسلمان تخریبی کام میں مشغول ہیں اور اندرونی قوت کی بربادی کی فکر میں ہیں ہم نے اچھوتوں میں اشاعت اسلام کا کام اپنے کمزور کندھوں پر اٹھا لیا ہے جس سے ہماری موجودہ زبردست ذمہ داریوں میں بہت بڑا اضافہ ہوگیا ہے۔ اس وقت جبکہ ڈاکٹر امبیدکر آٹھ کروڑ اچھوتوں کو ہندو دھرم سے علیحدہ ہونے کے لئے تیار کر رہا ہے مسلمان کی خاموشی صرف غداری نہیں بلکہ اسلام سے غداری ہے۔ آٹھ کروڑ انسان اسلام کے دروازہ پر داخلے کے لئے منتظر کھڑے ہیں۔ اور مسلمان باہمی مناقشات، تکفیر بازی اور تخریب میں سرگرم عمل ہیں۔ ان کے سامنے اس وقت ایک ایسا زبردست موقعہ ہے جو کبھی ہی نصیب ہوتا ہے۔ اور اگر انہوں نے اس موقعہ پر بھی غفلت سے کام لیا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کفِ افسوس ملیں گے اور خسر الدنیا والاٰخرہ کے مصداق ٹھہریں گے۔

مسلمانوں کی طرف سے تبلیغ اسلام کے متعلق اس قدر بے اعتنائی اس وجہ سے ہے کہ اس کے علما کلیتہً ایک اور کام میں مشغول ہیں۔ جیسا کہ مولانا شبلی مرحوم فرماتے ہیں ؎

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

تکفیر (مسلمانوں کو کافر بنانا) اور تبلیغ (غیر مسلمانوں تک پیغام اسلام پہنچانا) دو ایک دوسرے کے متضاد کام ہیں۔ اور جب تک مسلمان باہمی تکفیر کے حربوں سے دستکش نہیں ہوں گے تبلیغ کی طرف مطلق توجہ نہیں دے سکتے۔

آج تک مسلمان کی سب سے بڑی خصوصیت جس کا غیر قوموں کو بھی اعتراف ہے یہ سمجھی جاتی تھی کہ ہر مسلمان پیدائشی مبلغ ہوتا ہے وہ جو چاہے کام کرے تاجر ہو، زمیندار ہو، ملازم ہو مگر وہ تبلیغ کے موقعہ کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اسی خصوصیت کی بدولت تھا کہ دین اسلام باوجود کوئی خاص تبلیغی نظام نہ ہونے کے دنیا کے کناروں تک پھیل گیا۔ مگر آج مسلمانوں نے اپنی یہ خصوصیت یہاں تک کھو دی ہے کہ اور سب کاموں کی طرف ان کی توجہ ہو سکتی ہے مگر تبلیغ کے لئے ایک پیسہ بھی خرچ کرنا ان کیلئے دشوار ہے۔ عیسائی ایک غیر ملک سے آکر کروڑوں روپے یہاں کے لوگوں کو عیسائی بنانے پر خرچ کر رہے ہیں۔ اور اچھوتوں میں انہیں یہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے کہ ہر سال ایک لاکھ انسان عیسائیت میں داخل ہو رہے ہیں اور ہر دس سال کی مردم شماری میں ان کی تعداد میں دس لاکھ کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت وہ بے دریغ روپیہ بہا رہے ہیں کہ اچھوت اقوام سب کی سب عیسائیت میں داخل ہو جائیں۔ آریہ سماج بھی ہزارہا روپیہ ان لوگوں کو شدھ کرنے کے لئے خرچ کر رہی ہے۔ سکھوں نے تین لاکھ روپیہ اس غرض کے لئے فوراً الگ کر دیا ہے اور ان کے آدمی اس وقت جنوبی ہند میں بھی پہنچے ہوئے ہیں۔ مگر

اسلام کی بے کسی آنسو بہانے کے قابل ہے کہ مسلمانوں پر اس عالمگیر جد و جہد کا اتنا بھی اثر نہیں کہ اس سارے ملک میں کوئی دس بیس مقامات پر ہی اچھوتوں میں تبلیغ کے مرکز قائم کر دیں۔ نہیں بلکہ تعصب اور جہالت کا ستیاناس ہو ایک ہی جماعت جو اس وقت اچھوتوں میں تبلیغ پر کچھ توجہ دے رہی ہے یعنی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اس کی بھی مخالفت کر رہے ہیں۔ مگر ہمیں اس کی پرواہ نہیں کام تو خدا اور اس کے رسولؐ کا ہے ہماری انجمن نے انہی حالات کے پیش نظر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مدراس اور یو۔پی میں دو اور مرکز کھول دیئے جائیں۔ اور اس طرح مرہٹی کے علاوہ ہندی اور تامل زبانوں میں بھی تعلیم اسلام کو اچھوتوں تک پہنچایا جائے۔ تمام بہی خواہان اسلام سے یہ التماس ہے کہ اس وقت وہ انجمن کی تھوڑی سی حوصلہ افزائی کریں تو انشاء اللہ اپنی زندگیوں میں رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ دیکھ لیں گے۔ جو اصحاب کم سے کم پچیس روپے سالانہ سے انجمن کی امداد کریں انہیں باقاعدہ تین یا چھ ماہ بعد کام کی رپورٹ بھی پہنچائی جاتی رہے گی۔ والسلام

خاکسار:۔ **محمد علی**

امیر جماعت احمدیہ لاہور

۱۹۔ مارچ ۱۹۳۶ء

ہمارے عقائد

۱۔ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

۲۔ ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور بالفاظ بانی سلسلہ:۔

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا"۔ "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہوگئی"۔ "ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں"۔

۳۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں۔ جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجدد دین کا آنا مانتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس اُمت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہونگے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔

۵۔ ہم تمام صحابہ کرام تمام ائمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ ہم ہر اس شخص کو جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔

۷۔ ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے ان کے اپنے الفاظ میں "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔ "میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونیکا دعویٰ کرتا ہے"۔